سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

تضحیک استہزاء ایک معاشرتی ناسور

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم' بسم الله الرحمن الرحیم قال الله عزوجل یایها الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منهم ولا نسآء من نسآء عسی ان یکن خیرا منهن ولا تلمزوٓا انفسکم ولا تنابزوا باالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٓئك هم الظلمون (سورة الحجرات ۱۱)

"اے ایمان والو! ٹھٹھا نہ کریں ایک شخص دوسرے سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے' برے نام ہیں گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہ بے انصاف ہے"

اسباب ہلاکت:

محترم سامعین! گزشتہ جمعہ کو اس آیت کے ابتدائی حصے کے متعلق تفصیل سے بات ہوئی تھی' آج ان شاء اللہ آیت کریمہ کے دوسرے جزو کے متعلق کچھ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ قرآن کریم کا عجیب انداز ہے کہیں کسی کام کے کرنے پر زور دیتا ہے اور کہیں کسی کام سے منع ہونے پر سختی سے حکم دیا جارہا ہے' ان دونوں باتوں کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مریض ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جاتا ہے تو ڈاکٹر مرض کی تشخیص کے بعد مریض کو دوائی بتا کر پرہیز کے متعلق بھی تاکید کرتا ہے' اب اگر مریض صرف دوائی کے استعمال پر اکتفا کرے اور جس چیز سے ڈاکٹر نے منع کیا ہے اس کے استعمال سے باز نہ آئے۔ تو ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ اس علاج کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ وقت اور پیسوں کی تضیع ہے بلکہ الٹا مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہے اسی طرح اگر مریض تمام ممنوعہ اشیاء سے پرہیز تو کرتا ہے مگر وہ ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق دوائی کے استعمال سے نالاں ہے تو پھر بھی یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مرض ختم ہونے کی بجائے بڑھ کر اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح کتاب اللہ میں بھی حکیم مطلق اللہ تعالیٰ نے تمام منہیات' ناجائز امور کے ارتکاب سے منع فرمادیا ہے اور جائز کاموں کے کرنے کا تاکید اور حکم دیا ہے' لہٰذا اگر کوئی بندہ تمام نیک افعال کرنے پر تو سختی سے عمل پیرا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی منہیات کا مرتکب ہو رہا ہے' مثلاً نماز پڑھتا ہے لیکن اسکے ساتھ زنا اور دواعی زنا کا مرتکب ہو رہا ہے' زکوٰۃ تو دیتا ہے لیکن چوری اور ڈاکے ڈالنا بھی اس کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ پابندی سے ہر سال حج کی ادائیگی کر رہا ہے۔ لیکن سود اور جوا بھی اس کا محبوب کارنامہ ہے تو اس کی مثال اس مریض جیسی ہے جو دوائی تو پی رہا ہے اور پرہیز کرنے سے متنفر ہے' ایسے فرد کی صحت

کی امید رکھنا اپنے آپ کو دھوکہ کے علاوہ کچھ نہیں۔

وزنِ اعمال:

محترم دوستو! اب اگر اس شخص کے یہ نیک اعمال اس درجہ کے ہوں جنہیں عنداللہ مقبولیت کا درجہ حاصل ہو پھر تو اعمال کے وزن کے بعد پتہ چلے گا کہ کون سا عمل میزان میں بھاری ہے۔ نیکی یا بدی۔ لیکن اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں کہ اس شخص کے اعمال حسنہ عنداللہ مقبول ہوں' اچھی اور پائیدار بات پھر یہ ہے کہ تمام بری باتوں سے پرہیز کیا جائے اور نیک کاموں پر مدامت کر کے پُر امید رہے اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا ہے۔ اور اس عقیدہ پر قائم رہے کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین "اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتے"

آیت مذکورہ کا شانِ نزول:

بہر حال رب العالمین نے مذکور الصدر آیات میں ایمان والوں کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ ایک دوسرے کو بُرے لقب یا خراب نام سے نہ پکاریں۔ اس جملے کا پس منظر مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے قوت سماع میں کچھ کمزوری تھی کسی بات کو سننا ذرا مشکل ہوتا۔ جب مذکورہ صحابی آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آتے تو لوگ آپ کو حضور ﷺ کے قریب جگہ دیتے تاکہ حضور ﷺ سے فرمودات سن سکیں، ایک دفعہ آپ فجر کی نماز میں اس وقت آئے جب ایک رکعت فوت ہو چکی تھی۔ رحمت دو عالم ﷺ نے نماز ختم کی تو صحابہ کرامؓ جگہ کی تنگی کی وجہ سے اپنی اپنی جگہ پر جم کر بیٹھ گئے۔ مجلس اتنی تنگ تھی کہ کوئی خود سمٹ کر دوسرے کے لئے گنجائش نہیں نکال سکتا تھا۔ نئے آنے والے کو جب بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی تو وہ کھڑا ہی رہتا۔ حضرت ثابت بن قیسؓ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو لوگوں کے سروں اور گردنوں کو پھلانگتے حضور اکرم ﷺ کی طرف بڑھے۔ اور لوگوں سے فرمایا جگہ دو' جگہ میں وسعت اور گنجائش پیدا کرو۔ لوگوں نے آپ کو دیکھ کر جگہ اور گنجائش دینے لگے اسی طرح آپؓ ان کے قریب پہونچ گئے۔ آپ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان ایک آدمی رہ گیا، حضرت ثابت بن قیس نے اس سے بھی فرمایا مجھے جگہ دو اس شخص نے کہا آپ کو جگہ تو مل گئی یہیں بیٹھ جائیں۔ حضرت ثابت اس آدمی کے عقب میں غصہ کی حالت میں بیٹھ گئے۔ یہ بات اس کو بہت بری لگی جب تاریکی چھٹ کر روشنی ہوئی تو حضرت ثابت نے اس شخص کو دبایا اور پوچھا یہ کون شخص ہے' اس نے نام بتایا تو ثابت نے فرمایا یہ "فلاں عورت کا بیٹا ہے" اور اس شخص کے مادری عیوب بیان کر دیئے۔ جو جاہلیت کے زمانہ میں طنزیہ طور پر کہے جاتے تھے' اس شخص نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور ان ہی آیات میں اس بات سے بھی منع کر دیا کہ ایک دوسرے کو بُرے اور غلط نام سے پکارا جائے۔

بُرے القاب سے ممانعت:

لہٰذا فرمایا ولا تنابزوا بالالقاب منابز اور نبذ کے معنی لقب کے ہیں۔ ایک دوسرے کو عار دلانا اور برے لقب سے ایک دوسرے کو پکارنا' مثلاً اے فاسق' اے کافر' اے منافق وغیرہ یا ایسا لقب دینا جس سے عار دلانا مقصود ہو' شرمندگی

مراد ہو، آنحضرت ﷺ نے نہ صرف دوسرے کو بُرے نام سے بلانے سے منع فرمایا بلکہ اس غیر مناسب نام کے رکھنے والے کو نام بدلنے کا حکم فرمایا

برے اور بے معنی ناموں کا بدلنا سنت ہے:

وعن ابن عمر ان ابنةً کانت لعمر یقال لها عاصیة فسمها رسول الله ﷺ جمیله (رواه مسلم)

اور حضرت عمر ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیٹی جس کو عاصیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا (عاصیہ کا معنی ہے گنہگار) حضور اکرم ﷺ نے اسکا نام جمیلہ رکھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بُرے ناموں کو بدلنا مستحب ہے چہ جائیکہ کسی مسلمانوں کو ناپسندیدہ نام سے پکارا جائے۔ ایک راوی سے مروی ہے کہ ایک شخص کا نام (اسود) معنی کالا تھا حضور ﷺ نے اس کا نام (ابیض) یعنی گورا رکھا۔ خلاصہ یہ کہ غیر ناشائستہ نام رکھنا اور غیر ناشائستہ نام سے دوسروں کو بلانا شرعاً معیوب ہیں۔

لعن، طعن اور عار موجب ملامت ہے:

عزیزان من! ولاتنا بزو میں تنا بز اور بنز کے معنی لقب ہے۔ ایک دوسرے کو عار دلانا اور برے لقب سے ایک دوسرے کو پکارنا جیسے اے کافر، جھوٹے یا دغا باز یا ایسا لقب جس میں جسے آواز دی گئی ہو تذلیل ہو اسکے بارہ میں ارشاد ربانی ہے ولا تلمزو۔ لمز کے معنی کہ زبان سے کسی کو طعن یا عار دلانا اس دونوں حرکات سے آیت کریمہ میں رب کائنات سے منع فرمایا لہٰذا مسلمان کو ان دونوں باتوں سے بچنا چاہیے نہ طعن کرے نہ کسی کو عار دلائے اور نہ کسی کو ایسے نام یا لقب سے پکارے جسے سن کر وہ شخص رسوا ہو جائے۔ بعض مفسرین کرام نے یہاں ایک وجہ بھی لکھی ہے کہ تنابز کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ماضی میں کوئی برا عمل کیا ہو جس کے بعد وہ توبہ بھی کر چکا ہو لیکن لوگ گزشتہ عمل کی اسے عار دلائیں اسکی ممانعت اس سے معلوم ہو رہی ہے:

قبیح عمل:

عن معاذ من عیّر مؤمناً بذنبٍ تاب منهُ کان حقاً علی الله ان یبتلیه به ویفضحهُ فیه فی الدنیا والاخرة (رواه الترمذی)

ترجمہ: یعنی جس شخص نے ایک مومن کو کسی ایسے گناہ پر عار دلائی جس سے اس بندے نے توبہ کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس عار دلانے والے بندہ کو اس گناہ میں مبتلا کر دے گا اور اس گناہ کے سبب اس کو دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ آیت کریمہ اور حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی مسلمان کو غلط نام اور گزشتہ گناہ کے بعد توبہ کرنے کے بعد عار دلانا بُرا اور قبیح عمل ہے۔

کسی کو کافر کہنے کا حکم:

حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے۔ وعن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ من دعا رجلاً بالکفر اوقال لهٗ عدو الله ولیس کذلک حار علیه (بخاری مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کو کافر کہہ کر پکارے یا کسی کو خدا کا دشمن کہے اور درحقیقت وہ ایسا نہ ہو تو اس کا کہا ہوا خود (اسے کہنے والے پر) لوٹ جاتا ہے یعنی کہنے والا خود کافر یا خدا کا دشمن بن جاتا ہے دوسرے جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: " وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد ھاء بھا احد ھما " حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک پر کفر لوٹ گیا یا تو کہنے والا خود کافر ہو گیا یا وہ شخص کہ جس کو اس نے کافر کہا ہے

(بخاری و مسلم)

محترم دوستو! احادیث ہمیں کیا کیا زجر و توبیخ کا بیان فرما کرامت کو کسی کو کافر کہنے میں احتیاط کی ضرورت پر زور دیتے رہیں آج کل اسکی پروہ ہی نہیں جس کے دل میں جس سے نفرت یا معمولی اظہار خفگی پیدا ہو فوراً اس اندوھناک یعنی لفظ کفر کا اطلاق بغیر تحقیق کے چسپاں کر دیتے ہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ اس لفظ کے استعمال سے جسکے لئے ذکر کیا وہ کہاں پہونچا اور فتوئ لگانے والے کا کیا انجام ہوگا۔

عیب لگانا فسق ہے:

محترم ساتھیو! اگر ہم اس آیت کریمہ کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ دوسرے کو بُرے نام سے پکارنا خود کو ایسی نام سے موسوم کرنا ہے کیونکہ آیت طیبہ میں "ولا تلمزو انفسکم "مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی اپنے آپ کو برا مت کہو۔ مفسرین حضرات اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ مسلمان چونکہ دوسرے مسلمان کا بھائی ہے بلکہ تمام مسلمان باہمی طور پر کجسدِ واحد ہیں اسی طرح دوسرے آیت مبارکہ میں مذکور ہے " ولا تقتلوا انفسکم "دوسرا فرمان الٰہی ہے" سَلِمو اعلی انفسکم "یعنی ایک دوسرے کو قتل مت کرنا کیونکہ مسلمان ایک جان کی مانند ہیں تو دوسرے مسلمان کا قتل گویا ایسا ہے جیسے اپنے آپ کو قتل کرنا ہے اور دوسرے مسلمان کو سلام کہنا اپنے آپ کو سلام کہنا ہے مطلب ظاہر ہے کہ ایک عقلمند کا دوسرے پر عیب لگانا اپنے آپ پر عیب لگانا ہے اسی کو مفسرین نے فسق سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد باری ہے۔" بئس الاسم الفسوق بعد الایمان "

آپ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کے ہر شخص کے دو یا تین نام ہوا کرتے تھے جب کوئی شخص ان ناموں میں کسی نام پر ناراض ہو جاتا تو لوگ کہتے یا رسول ﷺ یہ شخص اس نام سے ناراض ہو جاتا ہے تو اس پر یہ مذکورہ آیت مبارک نازل ہوئی کہ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام رکھنا بُرا ہے ومن لم یتب فاؤ لٰئک ھم الظلمون اور جو ان حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے تو بلاشبہ ظلم کرنے والے ہیں۔

لقب بطورِ صفت مستحسن ہے:

محترم سامعین! مذکورہ آیت شریف اور احادیث مبارکہ سے بات واضح ہوگئی کہ کسی مسلمان کو ایسے لقب یا نام سے نہ پکارا جائے جس کو سن کروہ مسلمان ناراض ہو جائے یا کسی مسلمان کی دل آزاری ہو جائے۔ ہاں اگر لقب یا نام ایسا

ہو کہ جس کے استعمال سے بندہ ناراض نہ ہوتا ہو تو پھر صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن بھی ہے جیسے حضرت ابوبکرؓ کا لقب صدیق اور عتیق تھا۔ حضرت عمرؓ کا لقب فاروق حضرت حمزہؓ کا اسد اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ کا سیف اللہ تھا۔

اسی طرح اگر کسی وصف کے ذکر کرنے سے موصوف کا عیب مراد نہ ہو بلکہ صرف صفت بیان کرنا ہو تو پھر جائز ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ اس بات کا گناہ ہے کہ کوئی کہے حمید الطویل ، سلیما ن الا عمش ، وحید الا عرج و مروان الاصغر آپ نے فرمایا: اگر اس سے متکلم کی مراد کوئی عیب بیان کرنا ہو تو پھر یہ ممنوع اور گناہ ہے لیکن اگر کوئی صفت بیان کرنی ہو تو پھر کوئی گناہ نہیں اسلئے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن سرجسؓ سے روایت ہے قال رأیت الا صلع یعنی عمربن خطاب یقبل الحجر فی روایۃ الا صلع میں نے اصلع یعنی عمر بن خطاب کو دیکھا جو حجر اسود کو چوم رہا تھا اور ایک روایت میں یہ لفظ اصلع آیا ہے۔

جہنم سے حفاظت:

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لعن وطعن، فحش گوئی، عیب جوئی، تہمت، بہتان وغیرہ سے منع فرمایا اس سلسلہ میں قرآنی آیات کے علاوہ احادیث کا ذخیرہ بھرا ہوا ہے اور نبوی ﷺ ہے۔

عن معاذ ابن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من حمیٰ مو مناً من منافق اُراہ قال بعث الیہ ملکاً یحمی لحمہٗ یوم القیامۃ من نار جھنم ومن رمیٰ مسلماً بشیءٍ یریدشینہ بہ حبسہٗ اللہ تعالیٰ علی جسر جھنم حتی یخرج مما قال (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رسول اللہ ﷺ سے ارشاد پاک نقل کر رہے ہیں کہ جو شخص کسی مومن کی کسی منافق سے حفاظت کرے اور اللہ ایک فرشتہ مقرر فرمائیں گے جو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے اسکی حفاظت کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر تہمت لگائے جس سے وہ اس میں عیب لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو جہنم کے پل صراط پر رد کرے گا یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائے جو اس نے کیا۔ حدیث شریف میں کسی پر تہمت لگا کر اس کے عیب بیان کرنے کی سزا پا کر اسکے بعد خلاصی پائے گا اسی طرح ایک حدیث میں ، بدگمانی ، عیب جوئی ، جاسوسی ، دھوکہ دہی اور حسد کرنے سے منع کر کے اس کے مرتکب کو سخت سزا کی وعید سنائی گئی۔

بدگمانی سے بچو:

اسی طرح رحمۃ العالمین نے بدگمانی کی بھی شدید مذمت فرمائی ہے۔

وعن ابی ہریرۃؓ قال انّ رسول اللہ ﷺ قال ایا کم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسوا ولا تجسسوا ولا تنا جشوا ولا تحاسدوا ولا تباعضوا ولا تدابروا و کونوا عباداللّٰہ اخواناً فی روایتہ لا تنافسوا (بخاری مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بدگمانی کرنے سے بچو اسلئے کہ بدگمانی بدترین

جھوٹ ہے اور ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگو اور جاسوسی نہ کرو اور نرخ بڑھانے اور دھوکہ دینے کیلئے قیمت بڑھا کر نہ لگاؤ اور ایک دوسرے سے ضدمت کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھا اور ایک دوسرے سے پشت نہ پھیرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو اور ایک روایت میں یہ بھی ارشاد ہے کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں فخر نہ کرو۔آپ ﷺ نے تمام ممنوعہ اشیاء واضح طور پر ارشاد فرمائے۔ ذکر کردہ امور مسلمانوں کے اندر افتراق، انتشار پیدا کرنے کے ذرائع میں اسلئے رب العزت اور آنحضرت نے اختلاف اور فسادات برپا کرنے کے وسائل و ذرائع سے بھی منع فرمایا ان تمام باتوں پر عمل کر کے ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن سکتے ہیں۔

گالی گلوچ فسق ہے:

خطبہ کے ابتدائی آیت کریمہ میں فسق یعنی فسوق کا ذکر آیا ہے کسی انسان کا برائی اور بدی کیساتھ تذکرہ کرنا اسمیں گالم، گلوچ بھی داخل ہے جسکو حدیث شریف میں فسق سے تعبیر کیا گیا ہے ارشاد ہے "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر" مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کرنا کفر ہے یعنی جب اس کے قتل کو حلال جانے یہاں تک کہ اگر کوئی کافر مسلمان کو گالی دے تب بھی اسکو جواب دینے سے منع کیا جاتا ہے کہ گالی دینا مسلمان کی شان نہیں ہے میں آپ لوگوں کو ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا واقع سناتا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کو گالیاں دے رہا تھا اور نبی کریم ﷺ بھی تشریف فرما تھے اور مسکرارہے تھے۔ جب اس شخص نے اپنی گالیوں کو زیادہ کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کی بعض باتوں کو جواب دے دیا جس پر نبی کریم ﷺ اس قدر ناراض ہو گئے کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی کریم ﷺ کے پیچھے چلے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب وہ شخص مجھ کو گالی دے رہا تھا جبکہ میں خاموش تھا تو آپ ﷺ تشرف فرما تھے اور مسکرارہے تھے اور جب میں نے ان کی چند باتوں کو جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر تشریف لے گئے ،اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابوبکرؓ! تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو اسکی گالیوں کا جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے جواب دینا شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آگیا اس لئے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی لئے بری بات ایک مسلمان کیلئے کہنا تو درکنار اسکا جواب دینے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

توبہ کرو:

آخری جملہ آیت مبارکہ کا یہ ہے کہ ومن لم يتب فاؤ لئك هم الظالمون کہ اگر ان واضح ارشادات کے باوجود بھی کوئی بندہ فحش گوئی فسق و فجور کی باتوں، طعنہ زنی اور دوسرے کو برے القابات سے پکارنے سے باز نہیں آتا اور ان منہیات سے توبہ نہیں کرتا تو پھر یہ بڑا ظالم ہے اور آپ اپنے آپ پر ہی ظلم کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق مجھے اور آپ سب کو عطا فرمائے اور ہر قسم کی بری باتوں اور فسق فجور سے حفاظت فرمائے۔ آمین

■ ■ ■